حسینی انقلاب کی

عظیم الشان پیغامبر

حضرت زینب (س)

ڈاکٹر صاعقہ مہدی

دنیائے بشریت میں رونما ہونے والے الم انگیز حوادث کے درمیان واقعۂ کربلا کو غیر معمولی اہمیت حاصل رہی ہے کیونکہ اس واقعہ میں ایک طرف یزیدی فوج کے جلادوں نے پیغمبر کی اولاد پر ایسے وحشیانہ مظالم ڈھائے جن کا ذکر سننے کے بعد انسانیت لرزہ براندام ہو جاتی ہے اور دوسری طرف ان مظالم کے مقابلے میں حسینؑ مظلوم اور ان کے اصحاب وانصار اور ان کی گود کے پالوں نے ایسے صبر کا مظاہرہ کیا ہے جس کی مثال تاریخ بشریت میں نہیں ملتی۔ کیا اقوام عالم کے درمیان کوئی ایسا صابر باپ دکھائی دیتا ہے جو اپنے نوجوان بیٹے کے کلیجے سے برچھی کا پھل نکالے اور اس کے بعد کڑیل جوان کی لاش اپنے کندھوں پر اٹھا کر خیمہ گاہ تک لے جائے؟ کیا بشری تاریخ میں چھ ماہ کا ایسا بچہ دکھائی دیتا ہے جو گلے پر تیر کھا کر مسکرایا ہو؟ نہیں نہ ایسے ظلم کی مثال ملتی ہے اور نہ ایسے صبر کی کوئی نظیر! کربلا کے یہ مظلوم کون ہیں؟ اور ان ظالموں کا تعارف کیا ہے؟ یقیناً یہ دونوں سوال ایسے ہیں جن کا اگر صحیح جواب نہ ملا ہوتا تو پورے واقعہ کربلا کی عظمت خاک میں مل جاتی۔ یزیدی حکومت کی بھرپور کوشش یہ تھی کہ ان سوال کا صحیح جواب دنیا والوں تک نہ پہونچنے پائے اور دنیا یہ نہ جان سکے کہ شہید ہونے والے کا نام ونسب اور اس کی شہادت کا مقصد کیا تھا؟

لیکن دوسری طرف اس مظلوم شہید کی بہن نے یہ اٹل فیصلہ کر رکھا تھا کہ مصائب کے سمندر کو پار کرتے ہوئے دنیا کے گوشے گوشے میں یہ بات پہونچا دے گی کہ شہادت سے ہم آغوش ہونے والا نواسۂ رسول حسینؑ مظلوم ہے جس کو جگر گوشۂ رسول حضرت فاطمہ (س) نے چکی پیس پیس کر پالا تھا اور قتل کرنے والے بھی بظاہر پیغمبر اسلام کا کلمہ پڑھنے والے تھے۔ جیسے ہی پیغمبر کی نواسی حضرت زینب نے اپنی اسیری کے عالم میں بازار کوفہ اور دربار شام میں اس حقیقت کا اعلان کیا پوری انسانی برادری میں کھل بلی مچ گئی اور دنیا نے ایک عظیم حسینی انقلاب کی آہٹ محسوس کرلی جس کی قیادت کی باگ ڈور حضرت زینب (س) کے ہاتھوں میں تھی۔

بیسویں صدی کے مایہ ناز مفکر و دانشور ڈاکٹر علی شریعتی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "شہادت" کو ان جملوں کے ساتھ ختم کیا ہے کہ "جو لوگ چلے گئے انہوں نے حسینی کارنامہ انجام دیا اور جو باقی رہ گئے انہیں زینبی کام انجام دینا چاہئے ورنہ سب یزیدی ہیں۔ ان جملوں کے پڑھنے کے بعد قاری کے ذہن میں ان سوالات کا ابھرنا ایک فطری امر ہے کہ حسینی کارنامہ کیا ہے؟ اور حضرت زینب (س) نے وہ کون سا عظیم کام انجام دیا ہے جس کی پیروی نہ کرنے والا یزیدیت کے دائرہ میں آجاتا ہے؟

پہلے سوال کے جواب میں ہر آدمی یہی کہے گا کہ حسینی کارنامہ کا تعلق واقعہ کربلا سے ہے جہاں حق و انصاف اور دین محمدی کی حفاظت کی راہ میں نواسۂ رسول حسینؑ مظلوم نے باطل طاقتوں سے کسی قسم کی مفاہمت نہیں کی بلکہ ظالم و طاغوتی طاقت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ باطل کی ننگی تلواروں کے سامنے سر تسلیم تو خم نہیں کیا البتہ ۷۲ تشنہ لب گلوں کے خون سے ان کی تلواروں کی پیاس ضرور بجھادی اور دین اسلام کو ایسا مستحکم و پائدار بنادیا کہ

قیامت تک اب کسی طاغوتی طاقت میں اتنا دم نہیں ہوگا کہ وہ کسی نمائندہ حق سے بیعت کا مطالبہ کر سکے کیونکہ کربلا کے شہیدوں کے خون کی یہ تاثیر رہی ہے کہ وہ ہر دور میں حق کا دفاع کرنے والے سر فروشوں کی ایک جماعت تیار کر دیتا ہے اور یہ جماعت الٰہی وانسانی مقصد کی راہ میں شہادت سے ہم آغوش ہونے میں ہی فخر محسوس کرنے لگتی ہے کیونکہ اس کو یہ پتہ ہے کہ حسینؑ مظلوم نے شمشیر پر خون کی کامیابی کی ایسی مثال پیش کی ہے کہ آج یزید اور اس کی شہنشاہیت وملوکیت کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہ گیا جبکہ بقول مولانا محمد علی جوہر ہر قوم کی زبان سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے کہ حسینؑ ہمارے ہیں۔ جی ہاں! اس مادیت زدہ مشینی دور میں بھی دنیا کے ہر گوشے میں ذکر حسینؑ کا یہ لامتناہی سلسلہ کیوں جاری ہے؟ اور تقریباً چودہ سو برس گزرنے کے بعد بھی واقعات کربلا میں یہ تازگی کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حسینؑ نے خدا کی راہ میں اپنا سرمایۂ حیات قربان کر دیا تو خالق کائنات نے بھی ان کے ذکر کو ابدی صفات سے مالا مال کر دیا ہے۔ پس اگر ہم ذکر حسینؑ نہ کریں تو اس سے امام حسینؑ کی عظمت پر کوئی اثر پڑنے والا نہیں ہے۔ در حقیقت ہم لوگ تو اپنی شناخت کو قائم رکھنے کے لئے ذکر حسینؑ کیا کرتے ہیں تاکہ دنیا والوں کو یہ بتا سکیں کہ ہم اسی حسینؑ کے چاہنے والے ہیں جس نے اپنے جوان بیٹے کو مقتل کی طرف روانہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ پالنے والے تیرے دین کی بقا کی خاطر میں اپنے کڑیل جوان کی قربانی پیش کر رہا ہوں اسے قبول کر لے۔ اپنی اولاد اور اپنے اصحاب وانصار کی قربانی کے بعد حسینؑ اپنی قربانی دینے کے لئے آگے بڑھے لیکن کسی مجبور و بیکس اور نحیف ولاغر انسان کی طرح گردن جھکا کر نہیں کھڑے ہوئے کہ لوگ آئیں اور ان کا سر قلم کر دیں۔ بلکہ وہ ایک جانباز مجاہد کی طرح میدان جنگ میں تشریف لائے اور یزیدی فوج کے سورماؤں کو

للکارتے ہوئے ایسا شیرانہ حملہ کیا کہ دشمن کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی اور ہر طرف الامان والحفیظ کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اسی اثنا میں فضا میں یہ آواز گونجی کہ اے نفس مطمئن! اپنے رب کی بارگاہ میں پلٹ آ، آج تیرا رب تجھ سے راضی ہے، جی ہاں! خوشنودی الٰہی کی سند حاصل کرنے کے بعد حسین نے اپنا سر سجدۂ الٰہی میں رکھدیا اور شمر ملعون نے ان کا سر قلم کردیا اور اس طرح حسینی کارنامہ انجام پذیر ہوا اور واقعہ کربلا کا پہلا باب ختم ہو گیا۔

حدیث عشق دو باب است کربلا ودمشق

یکی حسینؑ رقم کردودیگری زینب (س)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حدیث کا دوسرا کونسا باب ہے جس کی تالیف کا کام حضرت زینب (س) نے انجام دیا ہے؟ آخر زینبی کام کیا ہے اور اس کام کی اتنی اہمیت وافادیت کیوں ہے کہ حق وصداقت سے وابستہ ہر شخص سے یہ مطالبہ کیا جارہا ہے کہ وہ زینبی کام انجام دے۔ آخر زینبی کام یا کارنامہ کیا ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ واقعہ کربلا کے دو باب ہیں اور حسینؑ مظلوم کی شہادت کے ساتھ اس واقعہ کا پہلا باب ختم ہو جاتا ہے اور اسی کے ساتھ دوسرے (س) باب کی شروعات بھی ہو جاتی ہے جس کی قیادت وسربراہی کی ذمہ داری حضرت زینب (س) پوری کرتی ہیں۔ زینب (س) کون ہیں؟ یہ پیغمبر اسلام کی نواسی، علیؑ وفاطمہ (س) کی بیٹی اور حسین مظلوم کی حقیقی بہن ہیں جن کو شریکۃ الحسین کے لقب سے بھی یاد کیا گیا ہے اور جو بعض روایات کے مطابق ۵ر جمادی الاول ۶ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئیں اور نانا رسول خدا نے آپ کا نام زینب رکھا۔ جناب زینب (س) نے نہایت کم سنی کے زمانے سے ہی مصائب جھیلنے شروع کردیئے تھے۔ ابھی ان کی عمر صرف پانچ سال کی تھی کہ نانا رسول مقبولؐ اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور وہ اپنی

معصوم نگاہوں سے یہ منظر دیکھتی رہیں کہ ان کی والدہ گرامی حضرت فاطمہ (س) اپنے باپ کے غم میں اس قدر رنجیدہ وملول ہوئیں کہ صرف تین مہینے بعد ہی شمع حیات بھی بجھ گئی اور اس کمسنی میں گھر کی تمام خانگی ذمہ داریاں حضرت زینب (س) کے کندھوں پر آگئیں۔ سن وسال کے اعتبار سے تو وہ امام حسینؑ سے چھوٹی تھیں لیکن حسینؑ ان کی غیر معمولی تعظیم کیا کرتے تھے اور جب بھی زینب ان سے ملنے آتی تھیں تو وہ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے نانا کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ زینب (س) تمام آلام اور مصائب ور سختیوں میں شریکۃ الحسین ہے۔

حضرت علیؑ کے دور خلافت میں زینب (س) کوفہ میں قیام پذیر رہیں اور ان کا گھر خواتین کوفہ کے لئے قرآنی علوم ومعارف کی درسگاہ بن گیا۔ سن بلوغ کو پہنچیں تو حضرت علیؑ نے اپنے بھتیجے عبداللہ ابن جعفر سے ان کی شادی کردی جن سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ شادی کے موقع پر ہی حضرت علیؑ نے عبداللہ بن جعفر کو یہ بتادیا تھا کہ زینب اپنے بھائی حسین سے غیر معمولی محبت کرتی ہیں لہذا جب وہ حسینؑ کے ہمراہ مدینہ سے باہر سفر کرنا چاہیں تو انہیں نہ روکنا۔ چنانچہ حضرت زینب (س) اپنے شوہر کی اجازت سے زیادہ تر حسینؑ کے ساتھ ہی رہا کرتی تھیں۔

کچھ ہی دنوں بعد رمضان المبارک کے مہینے میں انہوں نے یہ جانگداز منظر بھی دیکھا کہ ان کے بابا حضرت علیؑ کے سر مبارک کو مسجد کوفہ میں سجدہ کی حالت میں عبدالرحمٰن ابن ملجم نے اپنی زہر میں بجھائی ہوئی تلوار سے شگافتہ کردیا ہے اور اس طرح وہ سایۂ شفقت پدری سے محروم ہوگئیں۔ اس کے بعد انہوں نے حکومت شام کی طرف سے پیغمبرؐ کے اہلبیت کی نابودی کے لئے کی جانے والی سازشوں کا منظر دیکھا اور یہ دیکھا کہ ان

کے بھائی امام حسنؑ کو زہر دے کر شہید کرا دیا گیا۔ امام حسنؑ کی شہادت کے بعد امامت کی ذمہ داریاں امام حسینؑ کے کندھوں پر آگئیں۔ دوسری طرف حاکم شام معاویہ نے یہ جدوجہد شروع کر دی کہ یزید کی بیعت کی زمین ہموار ہو جائے۔ چنانچہ معاویہ کی وفات کے بعد یزید نے خلیفۃ المسلمین ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ بھلا امام حسینؑ یزید کی اس ظالمانہ روش کے مقابلے میں خاموش کیسے بیٹھے رہ جاتے۔ انہوں نے یزید جیسے فاسق وفاجر کی بیعت سے انکار ہی نہیں کیا بلکہ یہ اعلان بھی کر دیا کہ خلافت تو پیغمبرؐ کی نسل میں پاک نفوس کے لئے ہے۔ اس منصب پر ایسے شخص کو ہرگز نہیں لایا جا سکتا جو اسلامی احکام کی اعلانیہ خلاف ورزی کرتا ہو۔

یزید کی بیعت سے انکار کا فطری نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ امام حسینؑ کو مدینہ چھوڑنا پڑا چنانچہ بھائی کے ساتھ شریکۃ الحسین حضرت زینب (س) بھی مدینہ چھوڑ دیتی ہیں اور ان کے ہمراہ مکہ ہوتے ہوئے کوفے کی طرف روانہ ہو جاتی ہیں کیونکہ اہل کوفہ نے اپنے ہزاروں خطوط کے ذریعہ امام حسینؑ کی حمایت کا وعدہ کیا تھا۔ کوفہ جناب زینبؑ کے لئے کوئی اجنبی جگہ نہیں تھی بلکہ یہ شہر ان کے باپ علی ابن ابی طالب (ع) کا دار الخلافہ تھا اور وہ اس شہر کی شہزادی تھیں اور نہایت شان و شوکت کے ساتھ وہ اس شہر میں وارد ہوا کرتی تھیں لیکن اس سفر کے دوران ان پر غیر معمولی رنج و غم طاری ہے۔ راستہ میں کوفہ کے گورنر ابن زیاد کے لشکر نے قافلہ حسینی کا پیچھا کیا اور اسے کربلا کے ریگستان میں پہنچا دیا۔

کربلا کے بے آب و گیاہ میدان میں حسینؑ اور ان کے قافلے والوں پر پانی بند کر دیا گیا۔ ساقی کوثر کے گھر کے ننھے ننھے بچوں نے العطش العطش کی آواز بلند کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ صبح عاشور نمودار ہوئی۔ خاندان رسالت نماز صبح ادا کر رہا تھا کہ فوج یزید نے

تیر بارانی شروع کر دی اور س طرح حق و باطل کی جنگ کا آغاز ہو گیا اور امام حسینؑ نے دین مبین اسلام کو ابدی اور جاوید زندگی عطا کرنے کے لئے قربانیاں پیش کرنا شروع کر دیا۔ واضح رہے کہ امام حسینؑ کو نہایت عظیم مقصد کے لئے قربانی پیش کرنی تھی لہذا قربانی کا عظیم ہونا بھی ضروری تھا اسی وجہ سے جوان بیٹے علی اکبر اور برابر کے بھائی حضرت عباس علمدارؑ کی شہادت کے بعد وہ خود بھی سرخ موت یا شہادت سے ہم آغوش ہو گئے۔

واضح رہے کہ کربلا کے میدان میں زینب (س) تمام مصائب و آلام میں اپنے بھائی کے ساتھ رہیں اور اشقیا کے مظالم کا مشاہدہ کرتی رہیں۔ انہوں نے حسینؑ کے سوکھے گلے پر شمر ملعون کے کند خنجر کو چلتے ہوئے دیکھا تو پسر سعد کو اس انداز میں غیرت دلائی۔ "او سعد کے بچے! تو کھڑا دیکھ رہا ہے اور میرا بھائی ذبح ہو رہا ہے۔"

۱۰ر محرم ۶۱ھ کو نماز صبح کے بعد سے راہ خدا اور راہ اسلام میں قربانیوں کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ حسینؑ مظلوم کی شہادت کے بعد ختم ہو گیا۔ صبح سے عصر تک چمن فاطمہ کے نونہال یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش کرتے رہے اور حضرت زینب (س) رنج و مصائب کے اس بحر بیکراں میں اپنے بھائی کے غم میں برابر کی شریک رہیں لیکن اپنی زبان سے کبھی کوئی ایسی بات نہیں نکالی جس سے بھائی کے حوصلے میں کمی پیدا ہو جائے۔ شب عاشور زینب (س) نے بھائی سے یہ تو کہا کہ آپ نے اپنے ساتھیوں کو آزما لیا ہے کہ نہیں لیکن یہ کبھی نہیں کہا کہ یزید کی بیعت کر کے جان بچا لیجئے۔ جی ہاں! زینب تو کربلا کی شیر دل خاتون اور عباس علمدار کی بہن تھیں ان سے اس قسم کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی۔ صورتحال تو یہ تھی کہ کمسن سکینہ نے بھی اپنے بابا سے یہ نہیں کہا کہ یزید کی بیعت کر لیجئے بلکہ یہ فرمایا کہ بابا! آپ شوق سے میدان میں جائیں اور نانا کے دین کو بچانے کے

لئے سر کٹائیں لیکن اگر ممکن ہو تو مجھے مدینہ پہونچادیں۔ بہر حال ان تمام دردانگیز حوادث کو وہ اپنی نگاہوں سے دیکھتی رہیں اور آخر میں یہ طے کر لیا کہ حسینؑ کی کے بعد انہیں حسینؑ بن کر اٹھنا ہے اور پوری دنیا پر یہ ثابت کر دینا ہے کہ حسینؑ حق پر تھے اور انہیں باطل یزیدی اور طاغوتی جلادوں نے محض اس وجہ سے شہید کر ڈالا کہ وہ دین مبین اسلام میں تحریف کے مخالف تھے۔ لیکن ان تمام حوادث کے دوران جناب زینب (س) کے کردار میں حیرت انگیز تبدیلی دکھائی دینے لگتی ہے۔ امام حسینؑ کی شہادت سے پہلے مقاتل میں ان کے گریہ وزاری کا ذکر تو ملتا ہے لیکن شہادت کے بعد ان کی آنکھوں کے آنسو خشک ہو جاتے ہیں اور وہ آہنی ارادہ اور مستحکم حوصلے کا مجسمہ بن جاتی ہیں اور ان میں رونما ہونے والی اس بنیادی تبدیلی کی وجہ یہ تھی کہ شہادت حسینؑ کے بعد انہوں نے فوج یزید کو فتح وکامیابی کا جشن مناتے دیکھ لیا تھا اور انہیں یہ انداز ہو گیا تھا کہ فوج یزیدی حسینؑ کی شہادت کو اپنی فتح سمجھ رہی ہے لہذا انہوں نے اپنے غیر معمولی صبر وثبات قدم کے ساتھ یہ ارادہ کیا کہ وہ یزید اور اس کے ساتھیوں کے منصوبے کو خاک میں ملادیں گی اور حسینی مقصد ومشن کو دنیا والوں کے سامنے اس انداز سے پیش کریں گی کہ لوگوں پر حق ثابت ہو جائے۔ حسینؑ مظلوم کی شہادت کے بعد یزیدی حکومت کی طرف سے یہ پروپگنڈہ کیا جارہا تھا کہ ایک خارجی نے حکومت وقت کے خلاف بغاوت کی تھی جس کو قتل کر دیا گیا ہے اور اس کے گھر والوں کو قیدی بنالیا گیا ہے اے کوفہ وشام کے لوگو! آؤ اور ان اسیروں کا تماشہ دیکھو۔ جی ہاں! اگر حضرت زینب نے اسیری کے عالم میں اپنے غیر معمولی عزم وحوصلے سے حسینی مشن کا دفاع نہ کیا ہوتا تو واقعہ کربلا کسی باغی کی بغاوت بن کر رہ جاتا۔ لیکن زینب (س) نے ایسا نہیں ہونے دیا اور بازار کوفہ ودربار شام میں اپنے فصیح وبلیغ

خطبوں کے ذریعہ حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیا اور جہالت و نادانی میں ڈوبے ہوئے سادہ لوح مسلمانوں کو اس حقیقت سے آگاہ کر دیا کہ یزیدی فوج جس کو باغی و خارجی بتا رہی ہے وہ کوئی اور نہیں بلکہ نواسۂ رسول حسین بن علیؑ ہے اور قرآن مجید میں اجر رسالت کے طور پر جن اہل بیت رسالت سے محبت و مودت کی بات کہی گئی ہے وہ ہم ہیں۔

جی ہاں! جناب زینب (س) نے اپنی اسیری کی حالت میں حیرت انگیز کردار پیش کیا ہے جس کوفے میں وہ شہزادی تھیں وہیں ایک غیر معمولی آراستہ بازار میں وہ قیدی کی طرح کھڑی ہوئی ہیں لیکن ان کی زبان پر گریہ وزاری اور نالہ فریاد نہیں بلکہ حسینی مقصد کی تکرار ہے اور جب وہ دربار شام میں یزید کے سامنے اپنا خطبہ ارشاد فرماتی ہیں تو بھی ان کے لب ولہجہ سے عاجزی و ناتوانی اور مایوسی و بے سروسامانی نہیں ظاہر ہوتی بلکہ وہ غیر معمولی عزم و حوصلہ اور شیرانہ ہمت و دلیری کے ساتھ یزید کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دربار شام سے یوں خطاب فرماتی ہیں۔

"اے یزید! تو نے اپنی بے رحم فوجوں کے ذریعہ ہمیں بے سہارا کر دیا۔ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ اپنے ظالمانہ رویہ کے ذریعہ پیش خدا بھی ہمارے مرتبہ کو کم کر سکتا ہے؟ یا اپنے مرتبہ کو بڑھا سکتا ہے۔"

"آج تیری زندگی تیری مرضی کے مطابق رقص کر رہی ہے اور تو جابر، مغرور اور متکبر بن چکا ہے۔ تو ہمارے برحق حقوق کو غصب کر کے حکومت کر رہا ہے۔ بے لگام مت ہو۔ خود کو لاعلم اور بے خبر ظاہر مت کر۔ کیا تو کلام اللہ کے یہ الفاظ بھول گیا کہ بیشک جن لوگوں نے ایمان کے عوض کفر خرید لیا ہرگز خدا کا کچھ نہیں بگاڑ پائیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ ہم

نے ان کو جو مہلت و فارغ البالی دے رکھی ہے وہ ان کے حق میں بہتر ہے حالانکہ ہم نے مہلت اور فارغ البالی صرف اس وجہ سے دی ہے کہ وہ اور گناہ کرلیں اور آخر میں تو ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔"

"اے یزید! کیا تیرے نزدیک یہی انصاف ہے کہ ایک طرف تو تیری عورتیں اور کنیزیں عیش و عشرت کی زندگی بسر کریں دوسری طرف تیرے حکم سے تیرے ساتھی وسپاہی رسولؐ خدا کی بیٹیوں کو ان کے وارثوں کے قتل کے بعد قیدی کی حیثیت سے تیرے سامنے پیش کریں اور تو ان کی نمائش کے لئے لوگوں کو مدعو کرے؟"

"اے یزید! تو ذلت کے گہرے گڑھے میں جا گرا ہے اور تباہی کے دہانے پر ہے اور روز قیامت تو رسولؐ اللہ کے سامنے رسوا کن حالت میں کھڑا ہوگا۔ کیونکہ تو نے عدل وانصاف کا گلا گھونٹ کر ان کے خاندان کا خون خرابہ کیا ہے۔"

"اے یزید! تو ہمیں قیدی بنا کر خوش ہے مگر میں تجھے ذلت و رسوائی میں جکڑا ہوا دیکھ رہی ہوں۔"

"اے یزید! ہمیں رسوا کرنے کیلئے اپنی تمام سازشیں، مکاریاں اور صلاحیتوں کو استعمال کرلے مگر خدا کی قسم تو کسی طرح بھی مومنین کے دلوں سے ہماری محبت اور ہمارے نام کو محو نہیں کرسکتا اور نہ اس پیغام کو ختم کرسکتا ہے جو وحی کی صورت میں پیغمبرؐ اسلام پر نازل ہوا۔ اور نہ ہی تو اپنی شرمناک حرکتوں سے ہمارے مرتبہ کو گھٹا سکتا ہے۔ اور وہ ذلت و رسوائی جو تیرے اوپر پہلے سے غالب آچکی ہے اس سے تو ہرگز نجات نہیں پاسکتا۔"

"اے یزید! ساری تعریفیں تو اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز کرکے حیات جاوداں عطا فرمائی نیز ہمیشہ کیلئے ہم لوگوں پر اپنی رحمتیں نازل

فرمائیں۔"

جی ہاں! خاندان رسالت کے قتل عام کے ذریعہ بنی امیہ کی حتی الامکان کوشش یہ تھی کہ لوگ آل رسولؐ کو بھول جائیں اور اسلام کی تباہی و بربادی کی زمین ہموار ہو جائے لیکن کربلا کی شیر دل خاتون حضرت زینب (س) نے شہیدوں کے پیغام کو ایسے موثر انداز سے دنیا والوں تک پہنچادیا کہ لوگ باطل اور طاغوتی طاقتوں کو بخوبی پہچان گئے۔

حضرت زینب (س) کا پہنچایا ہوا حسینی پیغام آج بھی باقی ہے اور وہ ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ اپنے دور کی باطل قوتوں کے خلاف جدوجہد جاری رکھیں اور اس راہ میں آنے والے رنج و مصائب سے ہرگز نہ گھبرائیں۔ اگر باطل طاقتوں کو بظاہر کامیابی بھی حاصل ہو جائے تو بھی حسینی جدوجہد جاری رہنی چاہئے تاوقتیکہ ساری دنیا اس بات کی طرف متوجہ ہو جائے کہ حق کس کے ساتھ ہے اور باطل کون ہے اور حضرت زینب (س) نے اپنی اسیری کے دوران بھائی کے مقصد عظیم پر ذرہ برابر بھی آنچ نہیں آنے دی اور برابر یہ اعلان کرتی رہیں کہ میرے بھائی نے حرام محمد کو قیامت تک حرام اور حلال محمد کو قیامت تک حلال باقی رکھنے کیلئے یہ عظیم قربانیاں پیش کی ہیں۔ ہم پیغمبر اکرمؐ کے اہلبیت ہیں اور اسلام کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دینا ہمارا شعار رہا ہے۔ ہم آل محمدؐ نے ہمیشہ الٰہی مقصد کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھا ہے اور جب کبھی مقصد اور ذات کے درمیان ٹکراؤ کی منزل آئی ہے تو ہم نے اپنی ذات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مقصد کو مضبوطی سے پکڑا ہے۔ شاعر نے سچ ہی کہا ہے۔

وقت کی بات تھی پابند رسن تھی زینب (س)
ورنہ عباس سے بھائی کی بہن تھی زینب (س)

◆◆◆◆◆◆